عاشقِ رسول قدس سرہ

فقیر محمد عارف قادری عفی عنہ

مرکزی مجلسِ رضا ٭ لاہور

سلسلہ مطبوعات مرکزی مجلس رضا (۱۵)

عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہ

مرتبہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ناشر

مرکزی مجلس رضا، لاہور

کتابچہ .... عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

مؤلفہ .... پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

پروف ریڈنگ .... مولانا محمد منشا تابش قصوری

مطبع .... حمایتِ اسلام پریس لاہور

ناشر .... مرکزی مجلس رضا، لاہور

ہدیہ .... دعائے خیر بحق معاونین مرکزی مجلس رضا

بارِ اوّل ... (۲۰۰۰) ... ربیع الآخر ۱۳۹۶ھ/اپریل ۱۹۷۶ء

بارِ دوم (۲۰۰۰) رجب المرجب ۱۳۹۷ھ / جولائی ۱۹۷۷ء

بارِ سوم (۲۰۰۰) رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ / جون ۱۹۸۲ء

ملنے کا پتا

۱۔ مرکزی مجلس رضا، نوری مسجد، بالمقابل ریلوے اسٹیشن۔ لاہور ۶

۲۔ مسجد رِضا۔ محمدی سٹریٹ۔ محبوب روڈ۔ چاہ میراں۔ لاہور

نوٹ: بیرونجات کے اصحاب پتا نمبر ا پر

آنانکہ غمِ تو برگزیدند ہمہ
در کوئے شہادت آرمیدند ہمہ

در معرکۂ دو کون فتح از عشق است
با آں کہ سپاہِ او شہید ند ہمہ

عشق و محبت کی قربان گاہ میں وہ تختۂ دار پر چڑھا دیا گیا ـــــ سب سمجھے کہ مر گیا ـــــ مگر شہید عشق مرا نہیں کرتے ـــــ وہ مر کر جیا کرتے ہیں ؎

جہاں میں اہل ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ سر تن سے جدا ہو چکا ہے ـــــ جسم بے جان پڑا ہے ـــــ مگر جانِ آفریں کہہ رہا ہے ـــــ خبردار اس کو مردہ نہ کہنا ـــــ یہ زندہ ہے ـــــ اس نے ہماری چاہت میں جان دی ہے ـــــ تم کو کیا خبر؟ تم کیا سمجھو؟ ـــــ۔

شعرائے اردو کے تذکرے چھوٹے موٹے شاعروں سے بھرے پڑے ہیں ـــــ مگر جس کا ذکر کیا جانا چاہیئے تھا، نہ کیا گیا ـــــ شاعروں نے اس لیے چھوڑا کہ وہ عاشقِ صادق تھا ـــــ وہ کسی کا شاگرد نہ تھا ـــــ شاگرد تو غالبؔ بھی کسی کا نہ تھا مگر وہ عاشقِ صادق نہ تھا ـــــ وہ محبت سے کھیلتا تھا اس لئے سب نے اس کو یاد رکھا ـــــ ظاہر پرستوں کو شراب و کباب اور جھوٹی محبت میں بہت مزہ آتا ہے ـــــ سچی محبت میں ان کے لئے کوئی کشش نہیں ـــــ

اور علمائے نے بھی اس لئے چھوڑا کہ وہ سچی محبت کی بات کرتا تھا ___ وہ اپنے محبوب کا فدا کار اور جاں نثار تھا ___ سیاست دانوں نے اس لئے چھوڑا کہ وہ جذبات کی رَو میں نہیں بہتا تھا ___ وہی کہتا تھا جو اس کا مولیٰ کہتا تھا ___ اور اپنوں نے اس لئے چھوڑا کہ وہ صف سے باہر نکل نکل کر حملے کیا کرتا تھا ___ وہ صفدر و صف شکن تھا ___ وہ غلام حیدرِ کرار تھا ___ غرض سب نے چھوڑا ___ مگر اس کے ربّ نے اس کو نہ چھوڑا ___ اس کے محبوب نے اس کو نہ چھوڑا ___ ہاتھ پکڑا اور ایسا اٹھایا کہ پاک و ہند کے گلی کوچے اس کے نغموں سے گونج گئے ___ سنو سنو ___ ذرا یہ آواز تو سنو! ___

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

سب نے آوازیں سنیں مگر دھیان نہ دیا ___ ادیبوں سے کہا "دیکھو دیکھو ذرا دیکھو، اس کی سنو!" ___ شاعروں سے کہا "سنو سنو ذرا اس کو سنو!" ___ نہ کسی نے سنا اور نہ دیکھا ___ جس کا سکّہ چلتا ہے، وہی چمکتا ہے ___ بازارِ عالم کا یہی دستور ہے ___ مگر دستورِ عشق نرالا ہے ___ کھرے سکّوں کی چمک اپنی طرف متوجہ کر کے ہی رہتی ہے ___ کتنے ہی پرانے ہو جائیں ___ پرانے نہیں ہوتے ___ اُن کا حسن سدا بہار ہے ___ ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی نکالے جاتے ہیں ___ اور عالی شان محلوں میں سجائے جاتے ہیں ___ اور پھر ایک عالم ان کی دید کے لئے امنڈ پڑتا ہے ___ تو جب وہ چمکا جس کو دبا دیا گیا تھا ___ سب دیکھنے لگے ___ سب بولنے لگے ___ للہ الحمد کہ آج وہ

مسندِ عزّت پر بٹھا دیا گیا ہے ـــــــــ ۔

فرزانوں کی بستی میں وہ ایک دیوانہ تھا جس نے محبت کے چراغ روشن کیئے ـــــ جس نے سونی محفلوں کو باغ و بہار بنایا ـــــ جس نے کشت ویراں کو لالہ زار کیا ـــــ جس نے آندھیوں میں دیئے جلائے ـــــ جس نے طوفانوں میں کشتیاں چلائیں ـــــ وہ یداللہ تھا ـــــ اس کے ہاتھ کی بے پناہ قوت بتا رہی ہے کہ وہ اس کا ہاتھ نہیں، وہ خدا کا ہاتھ ہے ـــــ "میرا بندہ جب مجھ سے قریب ہوتا ہے تو میں اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے" ـــــ بیشک وہ خدا کا ہاتھ تھا ـــــ ایک انسان کے ہاتھ میں اتنی قدرت کہاں کہ جدھر بڑھے سیلِ رواں کی طرح اور جدھر اٹھے ابرِ باراں کی طرح ـــــ

وہ اپنے محبوب کے بدخواہوں کی طرف جھپٹتا ہے ـــــ لیکن نہیں نہیں وہ 'بدخواہی' کی طرف جھپٹتا ہے ـــــ اس کو انسانوں سے بَیر نہیں ـــــ وہ محبت کا اسیر ہے ـــــ وہ مصطفیٰؐ کا بندہ ہے ـــــ جن کی شان یہ تھی کہ اِدھر تلواروں کی جھنکار سے میدانِ وغا گونج رہا ہے ـــــ اُدھر وہ اشکبار آنکھوں سے اپنے دشمنوں کے لئے دعا مانگ رہے ہیں ـــــ تو جب وہ ویران گھروں میں محبت کی سوغات لے کر پہنچا تو اس کو کیوں ٹھکرا دیا گیا ـــــ ؟ ـــــ ٹھکرانے والوں نے ٹھکرایا لیکن اس "عندلیب چمنستان رسالت" کی آواز کچھ ایسی بھائی کہ جس کو دیکھو اسی کے گن گا رہا ہے ـــــ سنو سنو، کہنے والے کیا کہہ رہے ہیں!

ڈاکٹر فرمان فتحپوری

شعبہ اردو کراچی یونیورسٹی

علمائے دین میں نعت نگار کی حیثیت سے سب سے ممتاز نام مولانا احمد رضاخاں بریلوی کا ہے۔ مولانا احمد رضا خان ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ اس لحاظ سے وہ مولانا حالیؔ، مولانا شبلیؔ، امیر مینائیؔ اور اکبر الٰہ آبادی وغیرہ کے ہمعصروں میں تھے۔ ان کی شاعری کا محورِ خاص آنحضرت کی زندگی و سیرت تھی۔ مولانا صاحبِ شریعت بھی تھے اور صاحبِ طریقت بھی۔ صرف نعت و سلام اور منقبت کہتے تھے اور بڑی دردمندی و دلسوزی کے ساتھ کہتے تھے۔ سادہ و بے تکلف زبان اور برجستہ و شگفتہ بیان ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کے نعتیہ اشعار اور سلام سیرت کے جلسوں میں عام طور پر پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ ان کا سلام ؎

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

بہت مقبول ہوا ہے۔ ایک نعت بھی جس کا مطلع ہے ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

خاصی شہرت رکھتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا دیوان "حدائقِ بخشش" شائع ہو چکا ہے۔

(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، 'اردو کی نعتیہ شاعری' مطبوعہ لاہور ص ۸۶،

مولٰنا کوثر نیازی

بریلی میں ایک شخص پیدا ہوا جو نعت گوئی کا امام تھا اور" احمد رضا خاں بریلوی"
جس کا نام تھا ان سے ممکن ہے بعض پہلوؤں میں لوگوں کو اختلاف ہو۔ عقیدوں میں
اختلاف ہو لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عشقِ رسول ان کی نعتوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔

(مولٰنا کوثر نیازی، بحوالہ تقریب اشاعت ارمغانِ نعت، کراچی ۱۹۷۵ء ص ۲۹)

مولانا کوثر نیازی انداز بیان میں رقم طراز ہیں کہ:۔

"بریلوی مکتبِ فکر کے امام مولانا احمد رضا خاں بریلوی بھی بڑے اچھے واعظ[1] تھے
ان کی امتیازی خصوصیت ان کا عشقِ رسول ہے۔ جس میں سرتاپا ڈوبے ہوئے تھے
چنانچہ ان کا نعتیہ کلام بھی سوز و گداز کی کیفیتوں کا آئینہ دار ہے اور مذہبی تقریبات میں
بڑے ذوق و شوق اور احترام سے پڑھا جاتا ہے۔"

("انداز بیان" صد ۸۹-۹۰)

---

[1] اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ بہت محتاط رہ کر وعظ فرماتے تھے اور وہ بھی سال میں دو ایک بار۔ (ادارہ)

ڈاکٹر سیّد عبد اللہ

"وہ جیّد عالم، متبحّر حکیم، عبقری فقیہ، صاحبِ نظر مفسّرِ قرآن، عظیم محدّث اور سحر بیان خطیب تھے، لیکن ان تمام درجاتِ رفیع سے بھی بلند ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عاشقِ رسول"

(ڈاکٹر سیّد عبد اللہ بحوالہ پیغاماتِ یومِ رضا" مطبوعہ لاہور، ص ۳۵)

پروفیسر افتخار اعظمی

"احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ غیر معمولی ذہین اور متبحر عالم تھے وہ عالمِ دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے اِس لئے ان کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف بہت کم توجہ دی گئی حالانکہ ان کا نعتیہ کلام اس پایہ کا ہے کہ انہیں طبقۂ اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہیئے انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے ان کے یہاں تصنع اور تکلف نہیں بلکہ بے ساختگی ہے کیونکہ رسولِ پاک سے انہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی اِس لئے ان کا نعتیہ کلام شدتِ احساس کے ساتھ ساتھ خلوصِ جذبات کا آئینہ دار ہے"

(افتخار اعظمی : ارمغانِ حرم، ص ۱۴ بحوالہ مولنٰا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری از ملک شبیر محمد خان اعوان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۱۷)

نیازؔ فتحپوری

شعروادب میرا خاص موضوع اور فن ہے میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام
استیعاب پڑھا ہے۔ ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ
مولانا کے بے پناہ وابستگئ رسول عربی کا ہے۔ انکے کلام سے انکے بے کراں علم کے اظہار
کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا کے بعض اشعار میں نعت مصطفوی
میں اپنی انفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے جو ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات
کو شاعرانہ تعلّی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل حق ہیں۔
مولانا حسرؔت موہانی بھی مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کے مداح و معترف تھے
مولانا حسرؔت موہانی اور مولانا بریلوی میں ایک شئے قدر مشترک تھی اور وہ غوث الاعظم
کی ذات والاصفات جن سے دونوں کی گہری وابستگی تھی۔ مولانا حسرؔت موہانی
کی زبان سے اکثر میں نے مولانا بریلوی کا یہ شعر سنا ہے ؎

تیری سرکار میں لاتا ہے رضؔا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

(نیاز فتحپوری بحوالہ محمود احمد قادری نیاز فتحپوری کے تاثرات۔
مطبوعہ ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی، نومبر دسمبر ۱۹۷۵ء ص ۲۸)

حافظ بشیر احمد غازی آبادی

"ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ حضرت فاضل بریلوی نے نعتِ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم میں شریعت کی احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھا۔ یہ سراسر غلط فہمی ہے جس کا حقائق سے دور کا بھی تعلق نہیں، ہم اس غلط فہمی کی صحت کے لئے آپ کی ایک نعت نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

چُپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے ۔۔۔ کہہ لیگی سب کچھ ان کے ثنا خواں کی خامشی

خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے ۔۔۔ لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کی کیسی فصیح و بلیغ تائید ہے جتنی بار پڑھئے کہ "خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے" دل ایمانی کیفیت سے سرشار ہوتا چلا جائے گا۔ بے شک جس کے لئے یہ زمین و آسمان پیدا کئے گئے وہ خدا کا محبوب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے معراج کی عظمت سے نوازا جو شافع محشر ہے وہ یتیم عبد اللہ، آمنہ کا لال، وہ ساقی کوثر وہ خاتم الانبیاء اور خیر البشر وہ شہنشاہ کونین وہ سرور کون و مکان وہ تاجدار دو عالم جس کا سایہ نہ تھا۔ اس کا ثانی ہو ہی نہیں سکتا۔ بیشک وہ خالق کا بندہ اور خلق کا آقا ہے۔"

(حافظ بشیر احمد غازی آبادی، جنگ (کراچی)، بحوالہ اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر از سید نور محمد قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۳۷)

ماہر القادری

" مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے، یہاں تک کہ ریاضی میں بھی دست گاہ رکھتے تھے۔ دینی علم و فضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعر بھی تھے اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہِ سخن سے ہٹ کر صرف نعت رسول کو اپنے اذکار کا موضوع بنایا۔ مولانا احمد رضا خاں کے چھوٹے بھائی مولٰنا حسن رضاؔ بڑے خوش گو شاعر تھے اور مرزا داؔغ سے نسبت تلمذ رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جہاں استاد مرزا داؔغ کو حسنؔ بریلوی نے سنایا تو داؔغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا " مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے "۔"

(ماہر القادری، بحوالہ فاران (کراچی)، ستمبر ۱۹۷۳ء، ص ۴۵ و ۴۴)

میاں محمد شفیع (م۔ش)

"برصغیر کے مسلمانوں میں اسلامی شعور ابھارنے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی اقدار سے آگاہ کرنے میں حفیظ کی شاعری نے ایسا کردار ادا کیا ہے جو کہ اس صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرہ میں امام اہل سنت جماعت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے نعتیہ کلام اور تحریک رابطہ مسلم عوام کے ذریعے مسلمانوں کے سینوں میں عشق محمد کی آگ روشن کرنے میں ادا کیا تھا جس طرح برصغیر کے دور دراز دیہات میں اعلیٰ حضرت کے سلام ایسے فقرے "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" گزشتہ نصف صدی سے گونجتے رہے ہیں، اسی طرح حفیظ کے شاہنامہ اسلام کے اشعار مسجدوں اور مکتبوں سے ان کی خاص طرز میں گزشتہ ربع صدی سے زائد، ہم سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنوں کی صدا بن کر بلند ہوتے رہے ہیں۔"

(میاں محمد شفیع کالم نگار نور بصیرت
نوائے وقت (لاہور) ۲۲ نومبر ۱۹۷۳ء)

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک "عاشقِ رسول" یعنی مولانا احمد رضا خاں بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کا ذکر بھی کر دیا جائے جس سے ہمارے ادبأ نے ہمیشہ بے اعتنائی برتی ہے۔ حالانکہ یہ غالباً واحد عالمِ دین ہیں جنہوں نے نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں۔ اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔

(ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں، اردو شاعری اور تصوّف، مطبوعہ فکر و نظر (اسلام آباد) جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۵۶۸)

علّامہ سیّد محمّد محدّث

"ایک دفعہ لکھنؤ کے ادیبوں کی شاندار محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدۂ معراجیہ میں نے اپنے انداز میں پڑھا تو سب جھومنے لگے میں نے اعلان کیا کہ اردو ادب کے نقطۂ نظر سے میں ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدے کی زبان کے متعلق چاہتا ہوں تو سب نے کہا کہ اس کی زبان تو کوثر کی دُھلی ہوئی ہے۔"

(سید محمد محدّث کچھوچھوی
بحوالہ مجدّد اسلام، از نسیم بستوی، ص ۱۶۴)

مقبول جہانگیر

اعلیٰ حضرت کی شاعرانہ حیثیت بھی اتنی ہی وقیع اور عظیم ہے جتنی ان کی دوسری حیثیتیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ تاریخ میں جو اچھے اچھے نعت گو شعرا گزرے ہیں ان سب کا ذکر کسی نہ کسی حیثیت سے ادب کی کتابوں میں موجود ہے، مگر اعلیٰ حضرت کی بہترین شعری تخلیقات کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ شاید اس لئے کہ ان کی شاعری دوسرے علوم وفنون کے نیچے دب گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کا نعتیہ کلام بڑے سے بڑے شاعر کے کلام کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان کے ہاں جذبہ دل کی بے ساختگی، خیال کی رعنائی، الفاظ کی شان وشوکت اور عشقِ رسول کی جھلکیاں قدم قدم پر موجود ہیں۔ ان کی نعتوں میں کیف واثر کی ایک دنیا آباد ہے۔

(مقبول جہانگیر: اعلیٰ حضرت بریلوی،

مطبوعہ انگلستان، ص ۱۲)

شید محمود ایم اے

سخنانِ چند

حضور رحمتِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اصلِ ایمان ہے محبوبِ رب العالمین
لصلوٰۃ والسلام سے محبّت سنتِ کبریا ہے۔ دین نام ہے سرکار کے کردار و گفتار کا۔ اللہ
نے ہمارے آقا و مولا کے فعل کو اپنا فعل، انکے ہاتھ کو اپنا ہاتھ، انکی محبت کو اپنی محبت اور
طاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم یعنی پروردگارِ عالم کا اپنے بندوں
حکم یہ ہے کہ باعثِ ظہورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت کے بغیر کوئی عبادت
ں نہیں جو شخص اس راستے سے صرفِ نظر کر کے اللہ تک براہ راست رسائی کی کوشش کریگا
رۂ درگاہ ہوگا۔

اس نکتے کو جن بزرگوں نے سمجھا۔ اس پیغام کو جنہوں نے حرزِ جان بنایا۔ الفت و عقیدت
ں وادی میں جن لوگوں نے بادیہ پیمائی کی۔ خداوند کریم کے دوست ٹھہرے۔ ارفع و اعلےٰ
ب سے نوازے گئے۔ ایسی ہستیوں میں مجدّدِ دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ
ضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کا اسم گرامی بڑی اہمیّت کا حامل ہے۔ انہوں نے مدح مصطفیٰ
للہ علیہ وسلم کی سنّتِ خدا پر پوری طرح عمل کیا۔ خالق و مالک کی تقلید میں نعت گوئی
ربِّ دو عالم کے عمل کی پیروی اور حکم کی تعمیل میں درود و سلام کے پھول مسلسل نچھاور
جبّار و قہّار خدا نے ولید بن عتبہ کی ہرزہ سرائی کے جواب میں سورۂ قلم نازل کی اور اپنے
ب کا دفاع کیا۔ اعلیحضرت بریلوی قدس سرہٗ نے پروردگارِ موجودات کی حب مصطفیٰ کے
یں قداحِ رسول کے خلاف اپنے قلم سے جہاد کیا۔
خدا محبّ تھا، محبوب کی تضحیک گوارا نہیں کرتا تھا۔ اعلیٰ حضرت عاشق تھے محبوبِ

کائنات کے بارے میں ذرا سی توہین آمیز گفتگو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ خداوند قدوس حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام لیواؤں پر راضی ہو گیا۔ اس نے انہیں انعامات سے نوازا تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کے غلاموں کے نقوشِ پا کو اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھا۔

امام احمد رضا عاشقِ رسول تھے، یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے۔ ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں تو اپنی عاقبت سنوارنے کی بات کرتے ہیں۔ وہ تو دنیا میں بھی اپنے آقا و مولا کے حفظ و امان میں رہے اور قیامت کو بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کے طفیل درجاتِ رفیع پائیں گے۔

خوف نہ رکھ ذرا رضاؔ تُو تو ہے عبدِ مصطفیٰ

تیرے لئے امان ہے، تیرے لئے امان ہے

پروفیسر محمد مسعود احمد خانوادۂ عاشقانِ رسول کا روشن چراغ ہیں۔ انہوں نے عبدِ مصطفیٰ حضرت امام احمد رضا کے عشقِ رسول کا ساز چھیڑا ہے، محبت کا نغمہ الاپا ہے، اپنے مخصوص رنگ میں، منفرد انداز میں، نرالے ڈھنگ سے۔ انہوں نے عاشقِ رسول کے تذکرے سے عشقِ مصطفیٰ کی جوت جگائی ہے، یہ بھی بتایا ہے کہ اس عشق کا چرچا کہاں کہاں ہوتا ہے ــــــ اللہ کریم پروفیسر صاحب موصوف اور اراکین مرکزی مجلس رضا کو جزائے خیر دے کہ ان منابع سے عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوتے پھوٹتے رہتے ہیں۔